ڈاکٹر محسن علی
Assistant Professor, Department of Persian, Jamia Millia Islamia, Delhi

# داراشکوہ،سفینۃ الاولیا،اورصوفی خواتین

داراشکوہ شہزادہ ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی منش ،آزادخیال انسان اورایک بہترین عالم تھا، لیکن اپنے پڑدادا، جلال الدین محمد اکبر کے ایجاد کردہ دین الٰہی سے قدرے متاثر تھا۔صوفی خیالات اور مسلک کے لحاظ سے وہ قادری سلسلے سے بیعت تھا جس نے ہندوستان میں ہندو مسلم اشتراک پر زور دیا۔مذہبی لحاظ سے وہ وسیع الخیال اور فلسفہ وحدت الوجود پر یقین رکھتا تھا۔بچپن میں داراشکوہ کو قرآن کی تعلیم دی گئی،فارسی علم وادب کے علاوہ کیلی گرافی کی بھی تعلیم انہیں دی گئی۔

خواتین کے حوالے سے داراشکوہ کے یہاں کئی ساری چیزیں انوکھی پائی جاتی ہیں،جیسے:داراشکوہ نے اپنی بیوی نادرہ بیگم کے لیے چند تصاویر اور خطاطی پر مشتمل ایک مرقع ترتیب دیا تھا اور بڑے ہی اہتمام کے ساتھ اپنی بیوی کے نام معنون کرکے ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔یہ مرقع ''انڈیا آفس'' لندن میں ابھی بھی موجود ہے، محققین کی ایک بڑی جماعت نے اس پر تحقیقی کام انجام دیا ہے۔اس بابت ایک ابتدائی تعارفی مضمون ڈاکٹر سید عبداللہ چغتائی نے لکھا تھا۔مولوی محمد شفیع نے اس مرقع کے ایک حصے کا تفصیلی تعارف کرایا۔ اس کے علاوہ مذکورہ کتاب میں بھی اس کا اجمالی تعارف موجود ہے۔

داراشکوہ کی شخصیت کا دوسری حیرت انگیز ذہنیت یہ تھی کہ اس قدر عظیم الشان سلطنت کا ولی عہد اور نہایت ہی طاقتور شہزادہ ہونے کے باوجود شاہانہ مزاج سے ان کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا، بلکہ فقیرانہ اور درویشانہ مزاج نے انہیں اوروں سے ممتاز کر رکھا تھا۔وہ صوفیہ کے آستانوں پر حاضری دیتے اور سادھوؤں کی کٹیوں میں جا کر قیام کیا کرتے تھے۔ان کی طاقت اور ان کی شہزادگی نے کبھی بھی علم وعرفان کی راہ سے ان کے قدم نہیں روکے اور نہ کبھی اس میں رکاوٹ آئی۔

دارشکوہ کی زندگی اوراس عہد کی تیسری انوکھی کارکردگی یہ تھی کہ انھوں نے عہد وسطی میں موجود خواتین صوفیہ اوران کے معاشرے نیز طرز زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا اوراس پر تسلی وتشفی بخش تخلیقی و تحقیقی کارنامہ انجام دیا۔انھوں نے اپنی کتاب ''سفینۃ الاولیا'' میں ایک مکمل باب صوفی اور بزرگ خواتین کے احوال وآثار،اوران کی شخصیت کو متعارف کرانے کے لیے مختص کردیا۔مغل بادشاہت کا یہ واحد شہزادہ تھا جسے بچپن ہی سے دانشور،صوفی اور سنیاسی کہا گیا۔

داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں متعدد صوفی خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔دراصل جب صوفی خواتین کا ذکر آتا ہے تو حضرت رابعہ بصریہ کے نام پر اکتفا کرلیا جاتا ہے اور دوسرے ناموں کی تلاش ہی نہیں ہوتی اس لیے لوگ ان صوفی خواتین سے واقف بھی نہیں ہو پاتے ورنہ عالم اسلام کا تو ذکر کیا،خود ہمارے ملک میں ایسی خواتین کی تعداد قابل ذکر ہے جو تصوف کے سلسلے سے وابستہ رہی ہیں۔''سفینۃ الاولیاء'' میں داراشکوہ نے چار سو سے زائد صوفیہ کی حالات زندگی کو قلم بند کیا ہے اور عمدہ تاریخی نیز دستاویزاتی سوانح حیات لکھی ہیں۔یہ سوانح حیات کوئی تحقیق برائے تحقیق نہیں ہیں بلکہ یہ حق کی تلاش اور روحانیت کی جستجو ہیں۔اس کتاب میں موجود شخصیات داراشکوہ کے لیے آئینہ بھی ہیں۔وہ اپنے روحانی اضطراب اور اپنی بے چینی کے لیے ان شخصیات کے جلو میں راہ سکون واطمینان تلاش کرتے ہیں۔داراشکوہ کے لیے یہ کتاب دراصل تلاش ذات کا آئینہ ہے اور اسی لیے اس میں صوفیہ کی حالات تو بہت اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں اور بالعموم ایسے واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو زندگی کے کسی انقلابی پہلو سے متعلق ہوں اوراس کتاب میں صرف ان لوگوں کے حالات نہیں ہیں جو تصوف کے لیے معروف ہیں بلکہ اور بھی ائمہ اور بزرگوں کے حالات ہیں۔یعنی داراشکوہ کے لیے روحانیت کی تلاش صرف صوفیہ کے دائرے میں محدود نہیں تھی۔بلکہ انھوں نے ہر طرح کی عظیم شخصیات میں روحانی عظمت تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے داراشکوہ کے لیے کہ سفینۃ الاولیا دراصل سفینہ ذات کا استعارہ ہے۔انھوں نے صوفیہ کے حالات بیان کرنے سے زیادہ اپنے احوال وواردات کو سمجھنے کی کوشش میں اس کتاب کو تحریر کی تھی۔

سفینۃ الاولیاء کا آخری باب خواتین پر مشتمل ہے۔اس باب میں داراشکوہ نے تقریباً 38 خواتین کا ذکر کیا ہے۔اس باب کو انھوں نے مزید تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلے میں امہات المومنین کا

ذکر کیا ہے۔جبکہ دوسرے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات طاہرات کا تذکرہ ہےاور تیسرے حصہ میں ان معروف ومشہور صوفی خواتین کا ذکر ہے جن سے داراشکوہ متاثر ہوئے ہیں۔

سفینۃ الاولیا کے اِس آخری حصے کے مشتملات میں اٹھارہ صوفی خواتین کا تذکرہ شامل ہے۔دارا شکوہ نے اس حصے میں ایک طرف ان بزرگ شخصیات کے ساتھ اپنی گہری عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے تو دوسری طرف ان کی شخصیتوں میں عام انسانوں کے لیے جو اسوہ اور نمونہ ہے اس کو بھی بیان کیا ہے۔

عہد وسطی کی ایک عظیم الشان سلطنت کے ولی عہد اور شہزادے کا صوفیہ کرام،خواتین صوفیہ اور مقدس و بزرگ ہستیوں سے ایسی وابستگی اور عقیدت ایک غیر معمولی بات ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تصوف دراصل ایک عوامی رجحان ہے اس لیے ایک شہزادے کا اس سے دل چسپی لینا اور تصوف کو اپنی شناخت کے طور پر اختیار کرنا ان کے عوامی لگاؤ کا بھی غماز ہے۔

داراشکوہ نے مذکورہ کے مشتملات میں جن عظیم خواتین کا تذکرہ شامل کیا ہے ان میں ازواج مطہرات: یعنی حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہ، حضرت زینب، حضرت زینب بنت جحش، حضرت سودہ، حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ہے۔بنات طیبات: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے بعد دوبارہ نساء عارفات کا عنوان قائم کیا ہے۔اس میں حضرت زاہدہ، حضرت شعوانہ، حضرت غفیرہ، حضرت رابعہ بصریہ، حضرت نفسہ، حضرت فاطمہ، حضرت تحفہ، حضرت ام عیسیٰ، حضرت ام محمد، حضرت آمنہ الواحد، حضرت لمۃ الاسلام، حضرت میمونہ الواعظ، حضرت خدیجۃ الواعظ، حضرت ام محمد، حضرت کریمہ المروزیہ، حضرت فاطمہ الواعظ، حضرت فاطمہ اور بی بی جمال رحمہم اللہ تعالی علیہم کا تذکرہ ہے۔

حضرت بی بی جمالؒ حضرت میاں میر قادریؒ کی بہن تھیں، ان کا بھی ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔مضمون تقریباً ایک ہی ہے اس لیے یہاں سکینۃ الاولیا کی عبارت نقل نہیں کی گئی ہے۔

داراشکوہ نے یہ کتاب اپنے مزاج کے مطابق نہایت تحقیق وجستجو کے بعد لکھی ہے۔اس کتاب کی بیشتر معلومات مستند اور معروف تذکروں سے ماخوذ ہیں۔خاص طور پر عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب نفحات الانس کو انھوں نے اپنا مصدر ومنبع بنایا ہے جو تصوف کے حوالے سے ایک نہایت اہم تذکرہ ہے۔خواتین

صوفیہ کے تذکرہ کے لیے بھی داراشکوہ نے عام طور پر اسی کتاب پر اعتماد کیا ہے۔

تصوف میں خواتین صوفیہ کی روایت تو ابتدا سے موجود ہے لیکن پہلے یہ روایت اتنی معروف نہیں تھی۔ عہد وسطی میں ویسے بھی خواتین کو ایک مقتدیٰ اور پیشوا یا اسوہ و نمونہ کے طور پر نہیں دیکھا جاتا تھا۔ لیکن داراشکوہ نے خواتین کو ایک نمونے کے طور پر دیکھا اور سمجھا۔ داراشکوہ نے ان خواتین کے جو واقعات قلم بند کیے ہیں اور زندگی کے میدان میں ان کی خدمات کو بیان کیا ہے اس سے کم از کم یہ تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ داراشکوہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خواتین بھی ان کاموں کو انجام دے سکتی ہیں۔

داراشکوہ نے جن خواتین کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک حضرت شعوانہؒ ہیں۔ حضرت شعوانہؒ کے اخلاق کے ذریعے انھوں نے اس چیز کو ثابت کیا ہے کہ عورت بھی دعوت اصلاح اور وعظ و نصیحت کا کام بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے۔ اس کا مقام صرف گھر کی چہار دیواری کے اندر نہیں ہے بلکہ وہ روحانیت کی دنیا میں بھی اپنی منزل تلاش کر سکتی ہے اور اس تلاش و جستجو کے سارے تقاضے پورے کر سکتی ہے یعنی وہ مرید بھی بن سکتی ہے اور مرشد و رہنما بھی۔ وہ مردوں کی محفل میں وعظ بھی کر سکتی ہے اور خود بھی ان کی محفل میں حاضر ہوسکتی ہے اور دوسرے مرد اہل اللہ بھی ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت شعوانہؒ (متوفی: 175ھ مطابق) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ''وہ عجم کی رہنے والی تھیں۔ ابلہ میں قیام پذیر تھیں۔ خوش آواز تھیں اور وعظ بھی بہت اچھا کہتی تھیں۔ عابد، زاہد اور عارف ان کی مجلس میں آتے تھے۔ چونکہ وہ بہت روتی تھیں اس لیے لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ کے رونے سے خطرہ ہے کہ آپ اندھی نہ ہو جائیں۔ آپ فرماتی کہ دنیا میں اندھا ہونا اس سے بہتر ہے کہ آخرت میں عذاب آخرت کے ذریعہ اندھی ہو جاؤں ان کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ کوئی آنکھ محبوب کے دیدار کی مشتاق ہو اور اس میں آنسو نہ ہوں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ حضرت فضیل بن عیاض بھی ان کی خدمت میں آتے اور ان سے دعا کے لیے کہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فضیل نے دعا کے لیے کہا تو انھوں نے فرمایا کہ کیا آپ کے اور خدا کے درمیان کوئی ایسا تعلق ہے کہ میں آپ کے دعا کروں اور وہ قبول ہو جائے؟ حضرت فضیل یہ سن کر چیخ پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔''(1)

سلوک و معرفت کے حوالے جس طرح حضرت حسن بصریؒ کا نام لیا جاتا ہے، اسی طرح خواتین صوفیہ میں حضرت رابعہ بصریہؒ کا نام لیا جاتا ہے۔ حضرت رابعہ اپنے وقت کی اور ہر زمانے کی سب سے مشہور صوفی خاتون گذری ہیں، ان کے عہد کے بہت سے علما و صلحا ان سے استفادہ کرتے تھے، امام سفیان ثوریؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کو اپنی مؤدبہ کہتے تھے۔ اتفاق یہ ہے کہ جب بھی صوفی خواتین کا ذکر ہوتا ہے تو صرف حضرت رابعہ بصریہ کا نام لیا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں داراشکوہ نے لکھا ہے کہ:

> ''ابوسفیان ثوریؒ (بہت بڑے محدث اور فقیہ) ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور ان سے دعا کرانے کے امیدوار رہتے تھے۔'' انہی کے بارے میں لکھا ہے کہ ''ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اس نے دیکھا کہ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کے خدام تو کثرت سے ہیں کسی کو حکم دیجیے آپ کے لیے اچھے کپڑے فراہم کردے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا کہ مجھے غیر سے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔''
>
> حضرت رابعہؒ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو بڑی تعداد میں صوفیہ، علما اور مشائخ ان کے پاس جمع ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ باہر چلے جائیں اللہ کے فرستادے آرہے ہیں۔ چنانچہ لوگ باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے قرآن کی ایک آیت پڑھنے کی آواز آئی جس کا مطلب ہے 'اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ خدا تجھ سے راضی ہے اور تو خدا سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا'۔ جب لوگوں نے یہ آواز سنی تو اندر گئے لیکن اس وقت تک حضرت رابعہ کا انتقال ہو چکا تھا۔(2)

ایک عظیم صوفی اور محدث خاتون حضرت نفیسہؒ تھیں۔ داراشکوہ نے ان کے ذکر میں ان کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''وہ حدیث کی بہت بڑی امام تھیں اور ان کے زمانے کے بڑے بڑے علما بھی ان سے حدیث پڑھنے جاتے تھے۔ فقہ کے چار اماموں میں سے ایک امام یعنی حضرت

امام شافعی بھی جب مصر گئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث پڑھی۔ وہ مصر میں اتنی مقبول شخصیت تھیں کہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے شوہر نے خواہش کی کہ ان کی میت کو مدینہ لاکر دفن کریں، لیکن اہل مصر نے جمع ہوکر ان سے درخواست کی اور ان کو راضی کیا کہ اس عظیم محدثہ کا جنازہ مصر میں ہی دفن کیا جائے۔ ان کا انتقال 208ھ میں رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا تھا۔"(3)

داراشکوہ کے اس واقعہ سے دو باتیں بالکل واضح ہوجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی نظر میں ایک خاتون اتنی عظیم محدثہ ہوسکتی ہے کہ اپنے وقت کا امام بھی ان کا شاگرد ہو۔ دوسری بات یہ کہ وہ عورت ہونے کے باوجود مردوں کو پڑھاتی تھیں اور عوام میں میں اتنی مقبول تھیں کہ لوگوں نے ان کے جنازے کو مصر کے باہر نہیں جانے دیا۔ گویا وہ ہر دور کی عورتوں کے لیے ایک اسوہ و نمونہ تھیں۔

داراشکوہ حضرت تحفہؒ کی حالات زندگی پر بھی بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ حضرت تحفہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ حضرت سری السقطی کے عہد میں تھی اور باندی تھیں۔ عشق الٰہی میں دیوانی ہوگئی تھیں اس لیے ان کا مالک ان کو باندھ کر رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ادھر سے سری السقطیؒ کا گزر ہوا، حضرت سریؒ سے اس کی گفتگو ہوئی۔ حضرت سریؒ کو ان کے مقامات کا احساس ہوا تو حضرت سری نے اپنے دوست کے ذریعہ اس کو خرید کر آزاد کرنا چاہا لیکن اس دوران خود مالک کو بھی ان کے مقامات کا احساس ہوگیا تھا اس لیے اس نے خود ہی ان کو آزاد کردیا تھا اور وہ ان سے اتنا متاثر ہوگیا تھا کہ اس نے اپنا گھر بار، مال و دولت سب غریبوں میں تقسیم کردیا اور خود بھی تصوف کا راستہ اختیار کرلیا۔(4)

حضرت فاطمہ نیشاپوریؒ بھی اپنے وقت کی ایک عظیم صوفی اور عالم گزری ہیں۔ ان کے بارے میں بھی داراشکوہ نے بہت ہی عمدہ کلمات لکھے ہیں وہ قرآن کی بھی بڑی عالم تھیں اور تفسیر قرآن کا درس دیا کرتی تھیں۔ ان کا تفسیر بیان کرنے کا انداز بہت ہی نرالہ اور اچھوتا تھا ان کے تفسیر کے درس میں مرد اور عورتیں برابر دونوں شریک ہوتے تھے۔ داراشکوہ نے لکھا ہے کہ:

"حضرت فاطمہ نیشاپوری مکہ مکرمہ میں کعبہ کی مجاور اور خادم تھیں۔ کبھی کبھی بیت المقدس کی زیارت کے لیے بھی جاتی تھیں۔ سلطان العارفین ضحرت بایزید آپ کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں عمر بھر میں صرف ایک عورت

اور مرد کو ہی دیکھا ہے جو میری نظر میں کامل تھے۔عورتوں میں جس کو صاحب کمال پایا وہ فاطمہ نیشاپوری ہیں۔کسی مقام پر کوئی بات ہو وہ آپ پر منکشف ہو جاتی تھی۔مشائخ میں سے کسی کی ملاقات حضرت ذوالنون مصری سے ہوئی انھوں نے ان سے دریافت کیا کہ آک کے دور میں سب سے بزرگ کون ہے فرمایا کہ مکہ میں ایک عورت ہے جسے فاطمہ نیشاپور کہتے ہیں۔وہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے حقائق ومعارف کا بیان اس خوش اسلوبی سے کرتی ہیں کہ مجھے ان پر رشک آتا ہے۔یعنی وہ سب سے بزرگ ہیں۔ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہ نے شیخ ذوالنون مصری کے لیے کوئی چیز بطور نذرانہ بھیجی،انھوں نے فرمایا کہ عورتوں سے ہدایا وتحائف قبول کرنا ذلت ونقصان کا باعث ہے۔حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ کوئی صوفی اتنا بلند نہیں ہوا کہ سبب اور واسطہ سے بلند ہو کر دیکھ سکے۔(5)

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کی تعریض اس دور کی ہوگی جب وہ حضرت فاطمہؒ کے مقامات ان پر منکشف نہ ہوئے ہوں گے۔بعد جب ان کو انکے مقامات کا علم ہوا تو ان کے عقیدت منداور گرویدہ ہو گئے۔

داراشکوہ نے ایک ایسی صوفی خاتون کا بھی ذکر کیا ہے جو فقہ اور قانون میں کافی ماہر تھیں اور باضابطہ و مسلسل فتوے بھی دیا کرتی تھیں۔ان کا نام ام عیسیٰؒ تھا۔ان کے بارے لکھا ہے کہ حضرت ام عیسی بڑی عارفہ تھیں اور فقہ کی ماہر تھیں۔ان کا انتقال 328ھ میں ہوا۔(6) ایک اور خاتون صوفی جن کا نام ستیتہؒ تھا ان کا بھی اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے۔حضرت ستیتہؒ ام احد کے نام سے بھی مشہور تھیں۔وہ فقہ اور ریاضی کی ماہر تھیں علم میراث میں ان کو کمال حاصل تھا۔یعنی وہ دینی ودنیاوی علوم میں مہارت رکھتی تھیں۔377ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(7) داراشکوہ نے ایک اور صوفی خاتون امۃ الاسلامؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خود تو محمد بن اسمٰعیل بصلائیؒ کی شاگردہ تھیں اور حضرت تنوخی، حضرت زاہدی اور حضرت ابوعلی ان کے شاگرد تھے۔(8) یعنی انھوں نے ایک مرد سے علم حاصل کیا تھا اور متعدد مردوں نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا تھا۔اس کے علاوہ بعض دیگر صوفی خواتین کے متعلق لکھا ہے کہ وہ یا تو مرد صوفیہ کی مرید تھیں یا مرد

صوفیہ ان کے مرید تھے۔اسی طرح بعض صوفی خواتین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عوامی مقامات پر تقریریں کرتی تھیں اور وعظ ونصیحت بھی کیا کرتی تھیں۔اسی طرح بعض صوفی خواتین کے بارے میں تحریر ہے کہ وہ عوامی جگہوں پر اشعار سناتی تھیں اور عوام ان کو سنتے تھے۔راہ سلوک کے ماہرین اور عارفین پر ان اشعار کے اثرات بھی ہوتے تھے۔یہ اشعار عام طور پر عشق الٰہی کی کیفیات سے سرشار ہوتے تھے۔(9)

حضرت شعوانہؒ ایک عظیم صوفی اور عابدہ خاتون تھیں وہ بہت رونے والی اور محنت ومجاہدہ کرنے والی تھیں۔داراشکوہ نے عہد وسطیٰ کے معاشرے میں حضرت شعوانہؒ اور اس دور کی دیگر صوفی خواتین کے جو حالات لکھے ہیں وہ ان کی نظر میں نسائی جہت کے نئے گوشوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔اس دور کی صوفی خواتین کی بارگاہ میں ارباب القلوب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔صوفی خواتین کی مجلس میں مرد صوفیہ کا آنا،ان کا وعظ سننا،ان سے دعا کی درخواست کرنا اور ان کے ملفوظات کو نقل کرنا،یہ بغیر اختلاط کے نہیں ہوسکتا اور داراشکوہ کے عہد میں یہ اختلاط کسی مقام پر ممکن نہیں تھا۔

داراشکوہ نے مذکورہ کتاب میں اس طرح کی کئی خواتین کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے وقت کی جید عالمہ اور صوفیہ تھیں ان کے فضل وکمال اور زہد وتقویٰ کو سب تسلیم کرتے تھے۔ان میں سے کچھ ایسی صوفیہ تھیں جو باضابطہ مرد صوفیا سے مرید تھیں اور کچھ ایسی تھیں جن کے مرید بھی مرد صوفیا تھے۔کچھ ایسی بھی تھیں جو صرف عورتوں میں ہی دعوت وتبلیغ اور سلوک ومعرفت کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔غرض داراشکوہ نے اس کتاب کے ذریعے یہ بتانے کی مکمل کوشش کی کہ عہد وسطیٰ میں بھی خواتین کا معاشرے میں ایک مستقل کردار تھا۔

سفینۃ الاولیا میں داراشکوہ نے جس طرح مرد حضرات میں روحانی عظمت کی روایت کو عہد نبوی سے لے کر اپنے زمانے تک لکھا ہے اسی طرح خواتین کی روحانی عظمت کی روایت کو بھی عہد نبوی سے لے کر اپنے زمانے تک لکھا ہے،یعنی ان کی نظر میں خواتین کی عظمت محض کوئی تاریخی کردار نہیں تھا بلکہ معاشرے کا ایک اہم حصہ تھا۔اس کتاب کی تصنیف کے وقت بھی حضرت میاں میر کی بہن حضرت بی بی جمال خاتون نمائندگی کرتی تھیں۔

داراشکوہ نے اس کتاب کے آخر میں اپنے روحانی مرشد حضرت میاں میر قادریؒ کی بہن بی بی جمال خاتونؒ کا بھی ذکر کیا ہے۔یعنی ان کے کچھ اہم کرامات کا بھی ذکر ہے۔حضرت بی

بی جمال 1049ھ یعنی اس کتاب کے لکھے جانے تک باحیات تھیں۔(10)

داراشکوہ نے اس کتاب میں سب سے اہم کام یہ کیا ہے کہ اکثر خواتین کی تاریخ وفات کو درج کر دیا ہے۔اس سے ان کے زمانے کا تعین آسانی ہوجاتا ہے۔داراشکوہ نے صوفی خواتین کا تذکرہ لکھ کر ایک غیر معمولی خدمات انجام دی ہے انھوں نے اس کتاب کے توسط سے یہ پیغام عام کیا ہے کہ خواتین کے لیے جس طرح روحانی عظمت کا حصول ایک تاریخی روایت ہے یعنی عہد نبوی سے قائم ہے اسی طرح اس کے مواقع آج بھی موجود ہیں۔مجموعی طور پر شہزادہ داراشکوہ نے آنحضرت ﷺ سے لیکر حضرت بی بی جمال خاتونؒ تک کے مختصر سوانحی حالات کو اپنے مخصوص متصوفانہ طرز تحریر سے قلمبند کئے ہیں۔خصوصی طور پر آخری حصہ میں خواتین صوفیا کے تذکرے سے مذکورہ دونوں تصنیف می خواتین صوفیہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے جس سے اس دور کے صوفیہ خواتین کے اندر کے متصوفانہ اسرار و رموز کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔

☆☆☆

حواشی:

1۔داراشکوہ:سفینۃ الاولیا،مطبع نامی،نول کشور،کان پور،طبع 1882ص:207

2۔ایضا

3۔ایضا،ص:209

4۔ایضا،ص:209-212

5۔ایضا،ص:209

6۔ایضا،ص:212-213

7۔ایضا،ص:213

8۔ایضا

9۔ایضا،ص:214

10۔ایضا،ص:215